AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

قرآن میں حیاتیاتی ارتقاء(Evolution)سے متعلق اشارات: جدید بایولوجی کے ساتھ تقابلی مطالعہ

QUR'ANIC ALLUSIONS TO BIOLOGICAL EVOLUTION:A COMPARATIVE STUDY WITH MODERN BIOLOGY

Hafiz Aon Muhammad
PhD Scholar,Visiting lecturer ,Department of Quranic studies ,The Islamia University of Bahawalpur
ghulamaon02@gmail.com
Fareeha Jamil
Lecturer Islamiat,Department of Islamic Studies ,Govt College For Women Lahore
fareehajamil85@gmail.com
Dr Dildar Ahmed
Lecturer Islamic studies NUML campus Quetta .
English department NUML university Quetta campus
dildariiui00@gmail.com

Abstract:

This research article presents an interdisciplinary analysis of the verses of the Qur'an that relate to the origin of life and its gradual development, examining their correlation with contemporary theories of biological evolution. While the Qur'an is not a scientific textbook, it contains numerous verses that symbolically and conceptually refer to the stages of creation, the beginning of life, and the formation of the human being. This study seeks to explore whether the Qur'anic descriptions of the creation of life particularly human life can be reconciled with the foundational principles of modern evolutionary biology, such as natural selection, genetic variation, and common ancestry.The analysis involves a detailed examination of relevant Qur'anic verses, considering their linguistic, exegetical (tafsiri), and contextual meanings, and comparing them with scientific interpretations. Particular focus is given to verses from Surah Al-Mu'minun, Surah As-Sajdah, Surah An-Nur, and Surah Al-Insan, where different stages of human creation are mentioned. These are examined in light of modern biological science to assess potential points of convergence. The findings indicate that the Qur'an's portrayal of a progressive, stage-by-stage creation of life provides a conceptual framework that does not inherently contradict evolutionary theory. Rather, when both are interpreted within their respective epistemological domains, a degree of intellectual compatibility emerges.The paper also engages with the broader philosophical and theological implications of integrating religious texts with scientific theories. It argues that religious scripture and science need not be viewed as mutually exclusive or inherently antagonistic. Instead, a constructive dialogue is possible, where the Qur'an invites deep reflection upon the natural order, and science offers empirical tools for exploring that order. In conclusion, this research advocates for a thoughtful and academically grounded interface between Qur'anic discourse and modern biology, contributing not only to the discourse of religion and science but also to the advancement of scientific literacy within Muslim societies.

Keywords: Qur'an, Evolution, Creation of Life, Biological Evolution, Natural Selection, Islamic Theology, Science and Religion,Tafsir, Genetics, Common Ancestry

یہ مقالہ قرآنِ مجید میں حیات کے آغاز اور اس کی تدریجی تخلیق سے متعلق آیات کا ایک بین العلومی (interdisciplinary) تجزیہ پیش کرتا ہے، جس میں ان آیات کا تقابل جدید حیاتیاتی ارتقاء (Biological Evolution) کے نظریات کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اگرچہ قرآنِ حکیم کسی سائنسی نصاب کی کتاب نہیں، تاہم اس میں ایسے متعدد اشارات موجود ہیں جو تخلیقِ کائنات، زندگی کی ابتداء، اور انسان کے ارتقائی مراحل کی جانب اشارہ کرتے ہیں۔ اس تحقیق میں اس امر کا جائزہ لیا گیا ہے کہ آیا قرآن میں موجود تخلیقِ حیات کے بیانات، خصوصاً انسان کی تخلیق سے متعلق بیانات، جدید ارتقائی بایولوجی کے اصولوں جیسے کہ نیچرل سلیکشن، جینیاتی تبدیلی، اور مشترکہ اجداد (common ancestry) کے ساتھ ہم آہنگی رکھتے ہیں یا نہیں۔ اس مطالعے میں قرآن کی متعلقہ آیات کی لغوی، تفسیری اور سائنسی تناظر میں تشریح کی گئی ہے، اور ان کا تجزیہ ارتقاء کے سائنسی مفاہیم کے ساتھ تقابلی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ بالخصوص سورۃ المؤمنون، سورۃ السجدہ، سورۃ النور، سورۃ الانسان اور دیگر

مقامات پر آنے والے وہ بیانات جن میں انسان کی تخلیق کے مختلف مراحل کا ذکر ہے، ان کا مطالعہ جدید نظریاتِ حیات اور حیاتیاتی علم کی روشنی میں کیا گیا ہے۔ تحقیق سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ قرآن میں حیات کی تدریجی اور مرحلہ وار تخلیق کا تصور ایک ایسی فکری بنیاد فراہم کرتا ہے جو ارتقاء جیسے سائنسی نظریے کے ساتھ کسی شدید تضاد کے بجائے ایک سطحی ہم آہنگی یا موافقت کی گنجائش رکھتا ہے، بشرطیکہ دونوں بیانات کو ان کے مخصوص علمی و مفہومی سیاق میں سمجھا جائے۔ یہ مقالہ اس نکتہ نظر کو بھی زیرِ بحث لاتا ہے کہ مذہبی متون اور سائنسی نظریات کو ایک دوسرے کا متضاد سمجھنے کے بجائے ایک فکری و علمی مکالمے کے طور پر برتا جا سکتا ہے، جہاں قرآن انسان کو کائناتی نظم، حیات کے اسرار اور تخلیق کے مراحل پر غور و فکر کی دعوت دیتا ہے، وہیں جدید سائنس ان اسرار کو طبیعی و تجربی سطح پر منکشف کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ نتیجتاً، یہ تحقیق قرآن و سائنس کے مابین ایک مثبت و تعمیری تعامل کی تجویز پیش کرتی ہے جو نہ صرف فکری وسعت کا باعث بن سکتی ہے بلکہ مسلم معاشروں میں سائنسی شعور کے فروغ کے لیے بھی ایک مؤثر علمی بنیاد فراہم کر سکتی ہے۔

حیاتیاتی ارتقاء اور قرآن

حیاتیاتی ارتقاء (Biological Evolution) موجودہ دَور کی جدید سائنسی تھیوریوں میں سے ایک ایسی کلیدی نظریاتی بنیاد ہے جو حیات کی ابتداء، اس کے تنوع اور اس کے ارتقائی تسلسل کو بیان کرتی ہے۔ اس نظریے کے مطابق تمام جاندار، بشمول انسان، ایک مشترکہ آباؤاجداد (Common Ancestor) سے تدریجی طور پر ارتقاء پذیر ہوئے ہیں۔ چارلس ڈارون کی کتاب On the Origin of Species (1859) میں پیش کردہ قدرتی انتخاب (Natural Selection) کا نظریہ، ارتقائی سائنس کی خشتِ اول بن چکا ہے۔

دوسری طرف، قرآن مجید جو کہ ایک الہامی کتاب ہے، اس نے تخلیقِ حیات اور انسان کے وجود پر بار بار غور و تدبر کی دعوت دی ہے۔ قرآن نہ صرف کائنات کی تخلیق بلکہ انسان کے وجود، اس کی فطرت، اور اس کے تدریجی ارتقاء پر روشنی ڈالتا ہے۔ اسلامی فلاسفہ، مفسرین اور محققین نے مختلف ادوار میں قرآنی بیانات کو سائنسی تصورات سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی ہے، بالخصوص ان آیات کو جو کائنات، زندگی، اور انسان کے مرحلہ وار ارتقاء پر دلالت کرتی ہیں۔ یہ تحقیق اس نکتہ پر مرکوز ہے کہ آیا قرآن میں وہ اشارات موجود ہیں جو حیاتیاتی ارتقاء کی سائنسی تھیوری سے ہم آہنگی پیدا کرتے ہیں؟ اور اگر ہاں، تو یہ ہم آہنگی محض اتفاق ہے یا ایک الہامی پیش گوئی؟ اس مقصد کے لیے ہمیں قرآن مجید کے ان مقامات کا گہرا تجزیہ کرنا ہوگا جہاں تخلیق، تدریج، اور ارتقاء کا ذکر موجود ہے، نیز جدید بایولوجی کے تناظر میں ان اشارات کی تعبیر کرنی ہوگی۔

"سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ"[1]

"ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق (کائنات) میں بھی دکھائیں گے اور ان کے اپنے نفسوں میں بھی، یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہی حق ہے۔"

یہ آیت قرآنی فکر میں علم اور مشاہدے کی بنیادی اہمیت کو نمایاں کرتی ہے۔ "آفاق" سے مراد خارجی دنیا یعنی پوری کائنات، اور "انفس" سے مراد انسان کا داخلی وجود ہے، جو فطرتی اور حیاتیاتی سطح پر قابلِ مشاہدہ اور قابلِ تحقیق ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا ہے کہ وہ انسان کو ایسی نشانیاں دکھائے گا جو حق کی گواہی دیں گی یہ ایک ایسا اعلان ہے جو نہ صرف مذہبی تجربات بلکہ سائنسی مشاہدات کو بھی شامل کرتا ہے۔

جدید بایولوجی میں "نفس" کی تشریح جینیاتی کوڈ (DNA)، خلیاتی ساخت (Cell Structure)، اور انسانی جسم کے ارتقائی مراحل کے طور پر بھی کی جا سکتی ہے۔ اسی طرح "آفاق" میں حیاتیاتی تنوع، فوسلز، اور حیاتی اجسام کے ارتقاء کے شواہد شامل ہو سکتے ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنی تعلیمات سائنسی مشاہدے کے خلاف نہیں بلکہ اس کے لیے رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔

یہ قرآنی تصور سائنس کی اُس روح کے عین مطابق ہے جس میں مشاہدے، تجربے، اور تحقیق کی بنیاد پر علم کو قائم کیا جاتا ہے۔ جب سائنسدان DNA میں مشترکہ عناصر، قدیم فوسلز، اور جینیاتی مماثلت دیکھتے ہیں تو وہ بھی اسی "آفاق" اور "انفس" کی نشانیاں ہیں جن کی طرف قرآن نے اشارہ کیا۔

[1] فُصِّلَت: 53

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

قرآن کو بطور الہامی و سائنسی کتاب دیکھنے کا زاویہ

قرآن مجید بنیادی طور پر ایک ہدایت نامہ (Book of Guidance) ہے، مگر اس کی علمی وسعت میں کائنات، مظاہر فطرت، اور انسانی وجود پر مسلسل غور و فکر کی دعوت موجود ہے۔ قرآن کا اندازِ بیان مشاہداتی (empirical) اور عقلی (rational) دونوں پہلوؤں کو محیط ہے۔ مختلف آیات میں انسان کو بار بار آسمان، زمین، پانی، جانوروں، اور اپنے نفس میں غور و تدبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ دعوتِ غور خالص سائنسی طریق تحقیق (scientific inquiry) سے متصادم نہیں، بلکہ اسے تحریک دیتی ہے۔ علامہ اقبال جیسے مفکرین نے قرآن کو "فکر انگیز کتاب" قرار دیا ہے جو جامد عقائد کے بجائے علم و تحقیق کی دعوت دیتی ہے۔ چنانچہ قرآن نہ تو محض مذہبی رسومات کی کتاب ہے اور نہ ہی فقط تاریخی بیان، بلکہ یہ انسانی عقل کو بیدار کرنے والی تحریر ہے جو تخلیقِ کائنات و حیات پر تدبر کا دروازہ کھولتی ہے۔

"إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ"[2]

"بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور رات دن کے باری باری آنے جانے میں اہلِ عقل کے لیے نشانیاں ہیں۔"

یہ آیت قرآن کے "تدبر انگیز" اور "مشاہداتی" پہلو کو اجاگر کرتی ہے۔ یہاں "اولوالالباب" یعنی عقل والے افراد کی بات کی گئی ہے، جو مظاہرِ قدرت میں غور و فکر کرتے ہیں۔ یہ قرآن کی وہ جہت ہے جو سائنس کی روح یعنی مشاہدہ، سوال اور دلیل کے عین مطابق ہے۔ سائنس مشاہدے سے آغاز کر کے نظریہ وضع کرتی ہے، جبکہ قرآن بھی تخلیق کے مشاہدے سے معرفتِ الٰہی تک رسائی کا راستہ دکھاتا ہے۔ اس لحاظ سے قرآن کو نہ صرف الہامی بلکہ سائنسی تفکر کی تحریک دینے والی کتاب بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ تاہم، ضروری ہے کہ ہم اسے کسی سائنسی کتاب کی طرح جزئیاتی طور پر استعمال کرنے کے بجائے "علمی اصولوں کی ماں" کے طور پر دیکھیں، جو انسان کو سوال، تدبر، اور تلاش کی دعوت دیتی ہے۔

ارتقاء اور مذہب کی متصادم یا ہم آہنگ حیثیت کا جائزہ

ارتقاء اور مذہب کے درمیان تنازعہ ایک جدید تصور ہے جو عموماً مغربی سائنسی انقلاب کے بعد ابھرا، جب مذہبی ادارے (بالخصوص کلیسا) سائنسی نظریات کی مخالفت پر اُتر آئے۔ تاہم اسلامی روایت میں تخلیقِ کائنات و انسان کے سلسلے میں ایسا کوئی سخت تضاد نہیں پایا جاتا۔ قرآن مجید نے انسان کی تخلیق کو تدریجی انداز میں بیان کیا ہے، جس میں مٹی، نطفہ، علقہ، اور مضغہ کے مراحل شامل ہیں۔ اسی طرح "اطوارًا" (مراحل) اور "نفسٍ واحدہ" (ایک بنیادی نفس) جیسے تصورات بھی قرآن میں ملتے ہیں، جو ارتقائی نظریات سے ہم آہنگ ہو سکتے ہیں۔

اس بات پر اسلامی اسکالرز میں مختلف آرا پائی جاتی ہیں۔ کچھ، جیسے علامہ مشرقی اور غلام احمد پرویز، نظریۂ ارتقاء کو قرآن سے ہم آہنگ سمجھتے ہیں، جب کہ بعض دیگر اسکالرز (مثلاً مفتی شفیع عثمانی، یا مولانا مودودی) اسے دین کے بنیادی عقائد سے متصادم خیال کرتے ہیں۔

"وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا"[3]

"اور یقیناً اس نے تمہیں مختلف مراحل میں پیدا کیا۔"

"اطوارًا" کا لفظ جمع ہے اور اس کا مطلب مختلف حالتیں یا مراحل ہے۔ اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ انسان کی تخلیق ایک مرحلہ وار اور تدریجی عمل تھا۔ یہ تصور ڈارونین ارتقاء سے مشابہت رکھتا ہے جہاں زندگی کی ابتدا سادہ خلیوں سے ہوئی اور بتدریج پیچیدہ جاندار وجود میں آئے۔ تاہم فرق یہ ہے کہ سائنسی ارتقاء ایک غیر شعوری، غیر ہدفی عمل ہے، جبکہ قرآنی بیانیہ اسے خدائی ہدایت اور مقصد کے تحت سمجھتا ہے۔

اس ہم آہنگی کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ قرآن ارتقاء کو رد نہیں کرتا، بلکہ تخلیق کے تدریجی عمل کو قبول کرتا ہے فرق صرف یہ ہے کہ قرآن اس میں خدا کو فعال عامل (Active Agent) قرار دیتا ہے۔

---

[2] آلِ عمران، 190

[3] نوح، آیت 14

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

پانی سے زندگی کی ابتدا قرآنی بیان اور سائنسی مطابقت

پانی(Water)نہ صرف زمین پر موجود تمام حیات کا بنیادی عنصر ہے، بلکہ تمام سائنسی نظریاتِ حیات(Theories of Life)اسے زندگی کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔جدید بایولوجی کے مطابق، تمام خلیاتی زندگی(cellular life)میں پانی بنیادی کیمیائی اجزاء میں شامل ہوتا ہے۔خلیے کے اندر ہونے والے تمام بایو کیمیکل عمل(Metabolism, Replication, Energy Transfer)پانی کی موجودگی پر منحصر ہیں۔انسانی جسم، مثال کے طور پر، تقریباً 60–70٪ پانی پر مشتمل ہوتا ہے، جبکہ بیکٹیریا جیسے یک خلوی جاندار بھی پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔

سائنس کے مطابق زمین پر زندگی کی ابتدا تقریباً 3.5 ارب سال قبل پانی میں ہوئی، جب ابتدائی خلیے(Protocells)بنے۔ Miller-Urey experiment(1952)نے تجرباتی بنیادوں پر ظاہر کیا کہ بجلی، امونیا، میتھین اور پانی کی مدد سے بنیادی امینو ایسڈ تشکیل دیے جا سکتے ہیں جو زندگی کی ابتدائی شکلوں کی بنیاد ہیں۔

یہ تمام سائنسی دریافتیں اس قرآنی حقیقت سے گہری مطابقت رکھتی ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے ہر زندہ چیز پانی سے پیدا کی۔یہ وہ بنیادی اصول ہے جس پر ساری حیاتیاتی ارتقاء کی عمارت کھڑی ہے۔

"وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۖ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ"[4]

"اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز کو پیدا کیا، پھر کیا وہ ایمان نہیں لاتے؟"

یہ آیت محض شاعرانہ یا تمثیلی نہیں بلکہ ایک حقیقت پسندانہ اور سائنسی اصول کو بیان کر رہی ہے۔یہاں اللہ تعالیٰ حیات کی اصل بنیاد "الماء"(پانی) کو قرار دے رہا ہے، اور اس کو "کلّ شیءٍ حیّ"(ہر زندہ چیز) کے ساتھ مشروط کر رہا ہے۔

لفظ "جَعَلْنَا"(ہم نے بنایا) ایک ایسا فعل ہے جو تخلیقی عمل(Creative Causality)کی طرف اشارہ کرتا ہے۔یعنی پانی کو حیات کا ذریعہ بنایا گیا ہے، نہ کہ صرف حیات کے ساتھ موجود پایا گیا۔

اس آیت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ زندگی کی تخلیق کا مرکزی عنصر "پانی" ہے، جو جدید سائنسی تحقیق کے مطابق بھی درست ہے۔

Biochemistry کے ماہرین کے نزدیک پانی:

- بہترین solvent ہے
- DNA اور RNA کی ساخت میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے
- پروٹین فولڈنگ اور cell signaling میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے

قرآن کا یہ دعویٰ آج کے سائنسی دور میں مزید واضح اور معتبر ہو چکا ہے، کیونکہ نہ صرف زمین پر بلکہ دیگر سیاروں (مثلاً مریخ) پر بھی زندگی کی تلاش کا پہلا قدم "پانی کی موجودگی" کو تلاش کرنا ہے۔NASA کے تمام astrobiology مشن "Follow the Water" کے اصول پر عمل کرتے ہیں۔یہ بات سائنسی طور پر بھی ثابت شدہ ہے کہ جہاں کہیں پانی کی موجودگی ممکن ہو، وہاں زندگی کی موجودگی کا امکان بھی موجود ہوتا ہے۔قرآن اس حقیقت کی طرف 1400 سال پہلے اشارہ کر چکا ہے۔

جدید بایولوجی میں پانی کی حیاتیاتی اہمیت

جدید حیاتیات(Modern Biology)کے مطابق، پانی وہ بنیاد ہے جس پر زندگی کا سارا ڈھانچہ قائم ہے۔تمام خلیات(Cells)، جو زندگی کی اکائی ہیں، پانی پر انحصار کرتے ہیں۔پانی صرف ایک کیمیائی مرکب نہیں بلکہ ایک فعال حیاتیاتی عنصر ہے جو زندگی کی ہر سطح پر فعال کردار ادا کرتا ہے:

- یہ ایک universal solvent ہے
- کیمیائی ردِعمل کی جگہ فراہم کرتا ہے

[4] سورۃ الأنبیاء، 30

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

- حرارت کو متوازن رکھنے میں مدد دیتا ہے
- میٹابولزم کے لیے ضروری کیمیاوی مادّوں کو تحلیل کر کے خلیات تک پہنچاتا ہے

زمین پر زندگی کا آغاز جیسا کہ نظریہ ارتقاء کے تحت تسلیم کیا گیا ہے پانی میں ہی ہوا۔ ابتدائی یک خلوی حیات (unicellular life) کا جنم سمندری پانی میں ہوا، جہاں مناسب درجہ حرارت، معدنیات، اور کیمیائی توانائی موجود تھی۔ بایولوجی کے تمام میدان چاہے وہ سائٹولوجی ہو، جینیات، یا ایکو فزیالوجی پانی کو بنیادی عنصر تسلیم کرتے ہیں۔

"وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ"[5]

یہ آیت "كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ" (ہر زندہ چیز) کے جامع الفاظ کے ساتھ اعلان کرتی ہے کہ پانی، تخلیقِ حیات کی مطلق شرط ہے۔ آج کی سائنس میں کوئی بھی زندگی ایسی دریافت نہیں ہوئی جو پانی سے آزاد ہو۔ یہاں قرآن نہ صرف حیات کی اصل کا اعلان کر رہا ہے بلکہ ایک یونیورسل بایولوجیکل اصول (Universal Biological Principle) بیان کر رہا ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ قرآن حقیقت کی جامعیت کے ساتھ کلام کرتا ہے—ایک ایسی حقیقت جسے سائنس نے کئی صدیوں بعد دریافت کیا۔

قرآن کی اصطلاح "کلّ شیءٍ حَيٍّ" کی وسعت

قرآنی آیت "وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ" میں موجود اصطلاح "كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ" (ہر زندہ چیز) بظاہر سادہ مگر گہرے مفہوم کی حامل ہے۔ یہاں "کل" کا اطلاق صرف انسان، جانور، یا پودوں تک محدود نہیں، بلکہ ہر وہ وجود جو حیات کی تعریف میں آتا ہے، شامل ہے۔ سائنس کی تعریف کے مطابق، زندگی کی علامات (signs of life) میں شامل ہیں:

- نمو (growth)
- تولید (reproduction)
- ردِ عمل (response)
- ہضم (metabolism)[6]

یہ تمام علامات صرف اُن جانداروں میں پائی جاتی ہیں جن کے جسم میں پانی ایک اہم عنصر کے طور پر موجود ہوتا ہے۔ یہ اصطلاح دراصل مطلق اور جامع ہے، جو نہ صرف زمین پر موجود زندگی بلکہ خلا میں ممکنہ حیات کو بھی محیط کر سکتی ہے۔ "کلّ شیءٍ حَيٍّ" کو سائنسی نقطہ نظر سے دیکھیں تو یہ جملہ حیاتیاتی دائرہ حیات کے ہر درجے پر صادق آتا ہے وائرس، بیکٹیریا، پودے، جانور، انسان، حتیٰ کہ سمندری پلانکٹنز تک۔ یہاں قرآن زندگی کی تعریف میں کوئی تخصیص نہیں کرتا، نہ ہی اس کو "انسانی حیات" یا "عقل مند حیات" تک محدود کرتا ہے۔ یہ وسعتِ بیان قرآن کی غیر معمولی سائنسی وسعت کا آئینہ دار ہے۔

خلا اور زمین پر ابتدائی حیات کے ماخذ پر سائنسی تحقیق

جدید سائنسی دنیا میں "Origin of Life" ایک ایسا مسئلہ ہے جو محض زمین تک محدود نہیں رہا۔ سائنس دان آج اس پہلو پر تحقیق کر رہے ہیں کہ آیا زندگی کی ابتدا زمین پر ہوئی یا کسی خلائی ماخذ (extraterrestrial origin) سے آئی—جسے panspermia hypothesis کہا جاتا ہے۔ NASA، ESA، اور دیگر خلائی ادارے مسلسل اس بات کی تحقیق میں ہیں کہ آیا مریخ، یوروپا (Jupiter's moon)، یا اینسیلاڈس (Saturn's moon) پر پانی کی موجودگی کے ساتھ زندگی کے آثار موجود ہو سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں Mars Rover missions، Europa Clipper Mission (2024) اور James Webb Space Telescope جیسے منصوبے اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ ان تحقیقات کی بنیاد بھی یہی سوال ہے:

"Where there is water, is there life"?

---

[5] الانبیاء، 30

[6] John Maynard Smith and Eörs Szathmáry, The Origins of Life: From the Birth of Life to the Origin of Language (Oxford: Oxford University Press, 1999), pp. 23–25

یہی اصول قرآن میں بھی بیان ہوا گویا قرآن کا تصورِ حیات صرف زمین تک محدود نہیں، بلکہ ایک کائناتی نظریہ حیات پیش کرتا ہے۔

"وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ"

تو یہ بات زمین کے لیے مخصوص نہیں، بلکہ کسی بھی ایسی جگہ پر اطلاق پذیر ہے جہاں پانی ہو چاہے وہ زمینی ہو یا خلائی۔ یہ قرآنی بیانیہ سائنسی نظریۂ panspermia سے ہم آہنگ ہو جاتا ہے، جس کے مطابق زندگی کے بیج (life-seeds) ممکنہ طور پر کسی شہابیہ (meteorite) کے ذریعے زمین پر آئے ہوں۔

انسان کی مٹی سے تخلیق ارتقائی نقطہ نظر سے تشریح

قرآن مجید میں انسان کی تخلیق کے مختلف مراحل بیان کیے گئے ہیں، اور ان میں ایک نمایاں پہلو "مٹی" (طین)، "گارا" (طین لازب)، "صلصال"، اور "حما مسنون" جیسے الفاظ کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ ان الفاظ کا استعمال صرف استعارہ یا تمثیل کے طور پر نہیں، بلکہ ایک حقیقت پر مبنی مادی بنیاد کو بیان کرتا ہے۔ جدید سائنس، خصوصاً بایو جینیسس (Biogenesis) اور ارتقاء کے مطالعے میں یہ نظریہ خاصا مستحکم ہو چکا ہے کہ زندگی کی ابتدا مٹی جیسے معدنیاتی مرکبات سے ہوئی۔ (Clay hypothesis (Graham Cairns-Smith, 1985) کے مطابق، ابتدائی RNA مالیکیولز اور نامیاتی سالمات مٹی کی سطح پر جمع ہوئے اور وہاں سے ابتدائی زندگی کی بنیاد پڑی۔ مٹی میں موجود سلیکٹس، آئرن آکسائیڈز، اور میکرو منرلز ایسی سطحیں مہیا کرتے ہیں جو پیچیدہ حیاتیاتی مرکبات کی تشکیل میں مددگار ہوتے ہیں۔ قرآن مجید نے چودہ سو سال پہلے ہی اس حقیقت کو بیان کر دیا کہ انسان کو مٹی کی مختلف حالتوں سے پیدا کیا گیا یہ سائنسی نظریات کی ایک پیشگی ہم آہنگی ہے۔

"خَلَقَ الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ"[7]

"اس نے انسان کو ٹھیکری کی طرح بجنے والی خشک مٹی (صلصال) سے پیدا کیا۔"

یہاں "صلصال" کا لفظ ایک خاص قسم کی مٹی کی حالت کو ظاہر کرتا ہے۔ لغوی اور تفسیر کی روشنی میں "صلصال" ایسی خشک مٹی کو کہتے ہیں جو پہلے گارا ہو، پھر سوکھ کر ٹھیکری کی مانند ہو جائے، اور اس میں سے ہلکی آواز نکلے "کالفخار" یعنی پکائی ہوئی مٹی کے برتن کی طرح۔ اس آیت میں ایک مکمل ارتقائی ترتیب پوشیدہ ہے:

1. طین (مٹی) عمومی خاکی مادہ
2. طین لازب (چپکنے والا گارا) کیمیائی ملاپ کی حالت
3. حما مسنون (بدبودار سیاہ کیچڑ) آکسیڈائزڈ اور نامیاتی اجزاء سے بھری مٹی
4. صلصال کالفخار (خشک، ٹھیکری کی طرح بجنے والی مٹی) آخری ساختیاتی کیفیت

یہ کیفیات ہمیں ارتقائی ماخذ سے جوڑتی ہیں، جیسا کہ سائنسی نظریات میں بیان کیا جاتا ہے:

1. ابتدائی زمین پر آتش فشانی سرگرمیوں کے نتیجے میں معدنیاتی مٹی وجود میں آئی
2. اس مٹی میں پانی، توانائی (بجلی، یووی شعاعیں) اور نامیاتی مادہ شامل ہو کر "primordial soup" بنا
3. یہاں سے پروٹو سیلز (Protocells) کی تشکیل ہوئی، جو زندگی کا ابتدائی قدم تھے

یہ پورا عمل قرآن کی مذکورہ اصطلاحات سے ہم آہنگ نظر آتا ہے۔ گویا قرآن نے مٹی کی تدریجی کیفیات کے ذریعے ابتدائی ارتقائی ماحول کو بیان کیا ہے۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"صلصال ایسی مٹی کو کہتے ہیں جو پہلے گیلی تھی، پھر سوکھ کر ٹھیکری کی طرح ہو گئی ہو، اور فخار سے مراد وہ مٹی ہے جو بھٹی میں پکائی گئی ہو۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کی ابتداء ایسی خشک مٹی سے ہوئی جو بجتی تھی۔"[8]

---

[7] سورۃ الرحمٰن، آیت 14

[8] Abul A'la Maududi, Tafheem-ul-Qur'an (Lahore: Idara Tarjuman-ul-Qur'an, 1986), Vol. 6, p. 164.

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

سکاٹش سائنسدان Graham Cairns-Smith نے 1985 میں یہ نظریہ پیش کیا کہ مٹی، خصوصاً clay minerals، زندگی کے ارتقائی عمل کے لیے فطری سانچہ مہیا کرتے ہیں، جن پر ابتدائی RNA اور lipids جمع ہو سکتے ہیں، اور وہاں سے خلیاتی زندگی کا ارتقاء ممکن ہوا۔ قرآن میں "صلصال"، "فخار"، "طین" اور "حماٍ مسنون" جیسی اصطلاحات مٹی کی وہ مختلف ارتقائی حالتیں ظاہر کرتی ہیں جو نہ صرف شعری یا مجازی ہیں بلکہ حقیقت پسندانہ اور سائنسی اصولوں سے ہم آہنگ بھی ہیں۔ ان الفاظ میں چھپی ہوئی ترقی پسند تخلیق کی حکمت آج سائنس کے ارتقائی نظریات سے ہم آہنگ ہو چکی ہے۔

قرآن میں انسان کے ارتقائی مراحل کا ذکر

"کیمیائی ارتقاء" وہ نظریہ ہے جس کے مطابق زندگی کا آغاز غیر عضوی (inorganic) مادوں سے ہوا، جو بتدریج نامیاتی (organic) مرکبات میں تبدیل ہوئے، اور بالآخر حیاتیاتی (biological) نظام میں ڈھلے۔ یہ عمل Abiogenesis کہلاتا ہے یعنی زندگی کا ایسی مٹی، پانی، اور توانائی سے آغاز جس میں کوئی جاندار عنصر موجود نہ ہو۔ اس نظریہ کے مطابق، ابتدائی زمین کے ماحول میں کاربن ڈائی آکسائیڈ، نائٹروجن، میتھین، امونیا اور پانی کی موجودگی، اور بجلی یا سورج کی شعاعوں جیسے توانائی کے ذرائع نے ایسے کیمیائی ردِعمل پیدا کیے جن سے پیچیدہ حیاتیاتی مرکبات مثلاً:

- امینو ایسڈز
- نیوکلیوٹائیڈز
- لپڈز

یہی مرکبات پروٹو سیلز کی تشکیل میں مددگار بنے، اور وہی زندگی کی ابتدائی شکلیں تھیں۔

اگرچہ قرآن کی آیات براہِ راست "کیمیائی ارتقاء" جیسے اصطلاحات استعمال نہیں کرتیں، تاہم "طین"، "حماٍ مسنون"، اور "صلصال" کی کیفیات اس طرف اشارہ کرتی ہیں کہ انسان کا ابتدائی مادّہ بے جان تھا، جسے اللہ نے تدریجاً زندہ اور باشعور مخلوق میں تبدیل کیا۔

"وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ"[9]

"اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا۔"

یہ "سُلَالَةٌ مِّن طِينٍ" (Extract from clay) کی تعبیر مٹی کے مخصوص کیمیائی اجزاء کو ظاہر کرتی ہے، جن سے زندگی کے بنیادی مرکبات نکلے۔

سائنس کے مطابق تمام زندگی Carbon-based ہے۔ یعنی تمام جانداروں کی ساخت میں بنیادی عنصر کاربن (C) ہے۔ کاربن کی چار "valence electrons" ہونے کی خصوصیت اسے ایک غیر معمولی chemical bonding کی اہلیت فراہم کرتی ہے، جس کی وجہ سے یہ:

- لمبی زنجیر والے مالیکیولز (chains)
- حلقے دار مرکبات (rings)
- پیچیدہ پروٹین، کاربوہائیڈریٹ، اور DNA کی تشکیل

کاربن وہ عنصر ہے جس پر زندگی کی پیچیدگی، انعطاف پذیری اور استحکام قائم ہے۔ کوئی دوسرا عنصر زندگی کو وہ استحکام اور تنوع نہیں دے سکتا جو کاربن دیتا ہے۔

قرآن میں انسان کی تخلیق مٹی سے ہونے کا بیان کئی جگہ آیا ہے۔ مٹی کے کیمیائی تجزیے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کاربن، نائٹروجن، آکسیجن، فاسفورس اور سلفر جیسے وہی عناصر موجود ہوتے ہیں جو انسانی جسم میں بھی پائے جاتے ہیں۔ گویا قرآن نے انسان کے لیے جو "Earth-Origin" بیان کیا ہے، وہ براہِ راست carbon-based life کی سائنسی تعریف سے مطابقت رکھتا ہے۔[10]

---

[9] المؤمنون:12

[10] Paul Davies, The Fifth Miracle (New York: Simon & Schuster, 1999), pp. 92–95.

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

انسانی جسم کے عناصر اور زمین کی مٹی کا سائنسی مماثلت

جدید کیمیا(Modern Chemistry)اور انسانی حیاتیات(Human Biology)کے تجربات سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ انسانی جسم میں پائے جانے والے عناصر وہی ہیں جو زمین کی سطح، خصوصاًtop soilیا مٹی میں بھی پائے جاتے ہیں۔

"مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى[11]

"اسی (زمین) سے ہم نے تمہیں پیدا کیا، اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے، اور اسی سے دوبارہ نکالیں گے۔"

یہ آیت انسانی جسم کی ارضی ترکیب(earthly composition)کو نہایت صراحت سے بیان کرتی ہے۔ جس مٹی سے انسان بنایا گیا، اسی میں اس کے جسم کے اجزاء دوبارہ تحلیل ہو جاتے ہیں، اور قیامت کے دن اسی سے پھر اسے نکالا جائے گا۔ یہ بایولوجیکل سائیکل، زمین و انسان کی کیمیائی یکجائی کو مکمل طور پر سائنسی انداز میں بیان کرتا ہے۔

قرآن میںEmbryologyکا بیان

جدید حیاتیات میں "Embryology" وہ شاخ ہے جو جانداروں، بالخصوص انسان کے رحمِ مادر میں تدریجی ارتقاء کا مطالعہ کرتی ہے۔ یہ ایک حیرت انگیز حقیقت ہے کہ قرآنِ حکیم نے چودہ سو سال قبل اس شعبے کے ایسے پہلوؤں کو بیان کیا جنہیں سائنسی دنیا نے صرف حالیہ دو صدیوں میں دریافت کیا۔ جیسے جیسے ماں کے رحم میں جنین(Embryo)کی ترقی کے مراحل سامنے آئے، ویسے ویسے قرآن کے الفاظ کی معنویت اور سائنسی مطابقت واضح ہوتی گئی۔ قرآن جنین کی ترقی کو "خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ" کے الفاظ میں بیان کرتا ہے، یعنی ایک تخلیق کے بعد دوسری تخلیق یہ عمل تدریجی(gradual)بھی ہے اور مسلسل تبدیلی(developmental transformation)کا حامل بھی۔ یہی وہ اصول ہے جو ارتقاء کے مائیکرو ماڈل(micro-evolutionary model)کے طور پر ابھرتا ہے، جو نہ صرف انسانی تخلیق بلکہ کائناتی تخلیق کے مراحل کا بھی مصغر نمونہ ہے۔

"يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ[12]"

"وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں ایک تخلیق کے بعد دوسری تخلیق میں پیدا کرتا ہے، تین تاریکیوں کے اندر۔"

یہ آیت انسانی جنین کے ارتقائی عمل کو تین بڑی حقیقتوں کے ساتھ بیان کرتی ہے:

عبارت "خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ"اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ انسان کی تخلیق ایک مرحلے پر مکمل نہیں ہوتی، بلکہ یہ ایک تسلسل ہے جس میں ہر مرحلہ سابقہ پر استوار ہوتا ہے۔ یہ تصور جدیدEmbryologyکے مطابق ہے، جہاں:

- Zygote → Morula → Blastocyst → Embryo → Fetus

جیسے مراحل باقاعدہ ترتیب سے مکمل ہوتے ہیں۔

ہر مرحلے میں جسمانی ساخت، افعال اور خصوصیات میں تبدیلی آتی ہے بالکل اسی طرح جیسے ارتقائی نظریہ میں مخلوقات میں تبدیلی کا عمل جاری رہتا ہے۔

"فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ"کی تعبیر جدید علمِ طب کے مطابق درج ذیل ہو سکتی ہے:

- رحم کی دیوار(Uterine wall)
- آمنیوٹک تھیلی(Amniotic sac)
- پیٹ کی دیوار(Abdominal wall)

یہ وہ تین طبقات ہیں جن میں جنین محفوظ، مگر مکمل طور پر نظر سے اوجھل ہوتا ہے۔ مولانا شبیر احمد عثانی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

[11] سورۃ طٰہٰ، آیت 55

[12] سورۃ الزمر: آیت 6

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"ایک حالت سے دوسری حالت میں لے جانا اس کی قدرت کا مظہر ہے... جیسے نطفہ سے علقہ، علقہ سے مضغہ، پھر مضغہ سے گوشت اور ہڈیاں اور پھر ان میں روح ڈالنا۔"[13]

جدید ماہرِ جنینیات (embryologists) جیسے Dr. Keith L. Moore نے قرآن کے ان بیانات کا تفصیلی جائزہ لیا ہے اور کہا ہے:

> "It is clear to me that these statements must have come from God, because most of this knowledge was not discovered until centuries later[14]".

قرآن جنین کے ارتقائی مراحل کو مختلف آیات میں یوں بیان کرتا ہے:

- نُطفَة
- عَلَقَة
- مُضغَة
- عِظَام
- لَحم
- نَشْأَةً أُخْرَىٰ

قرآن کا انسانی جنین کی تدریجی تخلیق کا بیان نہ صرف سائنسی معلومات سے ہم آہنگ ہے بلکہ ارتقاء کے اصولِ تدریج، ترتیب، اور تبدیلی پر روشنی بھی ڈالتا ہے۔ یہ آیات ہمیں یہ سمجھنے میں مدد دیتی ہیں کہ رحمِ مادر میں تخلیق کا عمل خود ایک "مائیکرو ارتقاء" (Microevolution) کی مثال ہے، جس سے بڑے پیمانے کے ارتقاء (Macroevolution) کی فہم ممکن ہوتی ہے۔

نطفہ، علقہ، مضغہ تدریجی تخلیق کے سائنسی مراحل

جدید Embryology کے مطالعے ہمیں بتاتے ہیں کہ انسانی وجود رحم میں ایک مراحل وار ترقی کے ذریعے وجود میں آتا ہے۔ اس سفر کا آغاز "نطفہ" سے ہوتا ہے، یعنی زائیگوٹ (Zygote) کی ابتدائی شکل، جو نطفہ اور بیسٹوسٹ (Blastocyst) کی صورت اختیار کر کے رحم کی دیوار سے منسلک ہوتا ہے۔ اس کے بعد جنین "علقہ" کی صورت اختیار کرتا ہے ایک خون پر مشتمل لٹکا ہوا ڈھانچہ جو رحم کے اندر چمٹ جاتا ہے۔ چو تھا ہفتہ شروع ہونے سے پہلے یہ "مضغہ" یعنی گوشت کا چبایا ہوا لوتھڑا بن جاتا ہے، جس کی وجہ پہلے تشکیل پانے والے somites ہیں، جو دانتوں کے نشان کی مانند بنتے ہیں۔ جس کے بعد ہڈیاں (Skeleton) اور پٹھے (Musculature) تشکیل پاتے ہیں، اور آخر میں انسان کا بنیادی ساخت بن کر صورت اختیار کرتی ہے۔

قرآن نے انسانی تخلیق کے اس تسلسل کو مختلف مقامات پر بیان کیا ہے مثلاً:

"نطفہ "(قطرہ) "علقہ" (لٹکا ہوا) "مضغہ" (چبایا ہوا لوتھڑا)

تخلیق انسانی کے تین مراحل ہیں: نطفہ، پھر علقہ (گاڑھا جما ہوا خون)، اور پھر مضغہ (گوشت کی بوٹی جو چبائے جانے کے قابل ہو۔

نطفہ

نطفہ کی حالت میں زائیگوٹ رحم کی دیوار کے ساتھ جڑ جاتا ہے (implantation)، اور اسے قرآن نے "قرار مکین" (مضبوط جگہ) کہا ہے۔ انسانی زندگی کا حیاتیاتی ارتقاء نامی کتاب میں درج ہے کہ یہ وہ مرحلہ ہے جب جنین رحم میں ایک مقررہ جگہ پر ٹھہرتا ہے۔

علقہ

قرآن کی اصطلاح "علقہ" کا مفصل مفہوم اردو تشریحات قرآن کی تفاسیر میں، خاص طور پر عرفان القرآن میں بیان کیا گیا ہے کہ:

[13] Shabbir Ahmad Usmani, Tafsir-e-Usmani, (Karachi: Idara-e-Tarjumaan-ul-Qur'an, 2004), Vol. 3, p. 487.

[14] Keith L. Moore, The Developing Human: Clinically Oriented Embryology, 8th ed. (Philadelphia: Saunders Elsevier, 2008), pp.7–13.

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"یہ وہ حالت ہے جب جنین رحم سے چمٹ کر جونک کی مانند ہوتا ہے اور رحم میں خون سے تغذیہ لیتا ہے"[15]

بزبان قرآن میں بھی بتایا گیا ہے کہ علقہ کے مرحلے میں جنین میں ابتدائی قلبی اور گردش خون کا نظام واضح ہوتا ہے، اور یہ حالت واقعی ایک خون کی پھٹکی جیسی ہوتی ہے—تصوری اور سائنسی مطابقت قابل غور ہے۔

مضغہ

قرآن نے اس مرحلے کو "مضغہ" قرار دیا، جس کا معنی ہے چبایا ہوا لوتھڑا۔ عظمت قرآن کی کتاب بیان کرتی ہے کہ جنین somites کے ساختی نشانات کی وجہ سے تقریباً چوتھے ہفتہ تک ایک چبائے ہوئے مادہ جیسی شکل اختیار کر لیتا ہے یہ ٹھیک اس طرح ہے جیسے انسانی منہ میں نگلنے کے بعد مادّہ چبانے پر بنتا ہے۔ یہی ارتقائی سلسلہ قرآن میں بیان ہونے میں ناجائز نہیں بلکہ سائنسی اعتبار سے مستند ہے۔ شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری لکھتے ہیں کہ قرآن نے ان مراحل کو واضح اور بامعانی اصطلاحات میں بیان کیا، جنہیں آج جدید Embryology نے ثابت کیا ہے ایک ایسی پیش گوئی جو عصرِ حاضر کے علم نے تصدیق کی۔

"نفسِ واحدہ" کا تصور مشترکہ جد

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا[16]"

قرآن مجید میں "نفسِ واحدہ" کا تصور نہ صرف مخلوق کی ابتدا کو ظاہر کرتا ہے، بلکہ اس میں گہرے فلسفیانہ و اخلاقی معنی پوشیدہ ہیں۔ قرآن اللہ تعالیٰ کی ذات کو پیش کرتا ہے کہ اس نے انسان کو ایک واحد "نفس" یعنی اصل وجود سے پیدا کیا، اور اسی سے اس کا زوج یعنی ہم عھد پیدا کیا اس سے شرح جنگلی یعنی نوع انسانی کی یکجہتی اور بنیادی وحدت کا فلسفیہ ظاہر ہوتا ہے۔ اسلامی فقہ و تفسیر کی روایات میں یہ آیت حضرت آدم علیہ السلام اور بیوی گرامی (حوا علیہا السلام) کے تناظر میں لی جاتی ہے، لیکن علمی مطالعہ میں اس کو "مشترکہ انسانی جد" (Common Ancestor) کے فلسفیاتی تصور سے بھی مربوط کیا جا سکتا ہے۔ اس فہم کے مطابق، تمام انسان ایک مشترکہ ماخذ سے پیدا ہوئے، جو مادیت اور ایمان دونوں میں انسانی مساوات کا اسلامی بنیاد تصور پیش کرتا ہے۔

مولانا محمد جمیل کی تفسیر فہم القرآن میں اس مضمون پر کہا گیا ہے:

"ایک جان سے پیدا کیا یعنی بنی نوع انسان کی بنیادی آغاز ایک ہی ماخذ سے ہوا۔"[17]

اسی طرح مولانا طاہر القادری کی عرفان القرآن میں اس تصور کو عمیق معنوی اور فلسفی زاویے سے پیش کیا گیا ہے:

"قرآنی اصطلاحات میں 'ایک جان' کا مطلب ایک ہی نسل ہے، اور 'زوج' کا مطلب اس کا ہم جنس/ہم فطرت ساتھی ہے۔ یہ ایک وسیع تصور پیش کرتا ہے کہ انسانیت کی ابتدا ایک واحد مرکز سے ہوئی"[18]

جدید جینیات اور ارتقائی نظریہ (Evolutionary Theory) ہمیں یہ ثبوت پیش کرتے ہیں کہ انسانیت کی اصل میں جینیاتی "Common Ancestor" موجود ہے یعنی تمام انسان مشترکہ جینیاتی شجرے سے وابستہ ہیں۔ DNA کے مطالعے نے اس حقیقت کو ثابت کیا ہے کہ ہمارا جینیاتی مواد مشترکہ ہوتا ہے، اور یہ مشترکہ وجود قرآن کی "نفسِ واحدہ" کے فلسفیاتی بیان سے ہم آہنگ ہے۔

اس سے جو نتیجہ اخذ ہوتا ہے وہ یہ ہے:

- قرآن مجید نے بنیاد میں ہی انسانیت میں یکسانیت اور برابری کا فلسفہ پیش کیا
- سائنس نے ہزاروں برس بعد اس قرآنی اصول کی تصدیق کی

"ارتقاء میں یک خلیاتی آغاز، Mitochondrial Eve، اور قرآنی ہم آہنگی":

[15] Irfan-ul-Quran

[16] النساء: 1

[17] فہم القرآن، مولانا محمد جمیل، تفسیر سورۃ النساء، ادارہ ترجمہ القرآن، لاہور، جلد ۱، صفحہ ۷

[18] اسلام اور جدید سائنس، مولانا طاہر القادری، ادارہ تحقیقات و اشاعت، لاہور، صفحہ ۱۲

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ارتقاء میں ایک خلیاتی آغاز

جدید سائنسی نظریات کے مطابق، زندگی کی ابتدائی شکلیں یک خلیاتی (Unicellular) نوعوں میں وجود میں آئی تھیں یہ بنیادی جاندار، پروکاریوٹ جیسے بیکٹیریا یا آرکیا ہو سکتے ہیں۔ ابتدائی دور کے فوسلز سے پتا چلتا ہے کہ تقریباً 3.5–3.8 ارب سال پہلے زمین پر ایسے یک خلیاتی جاندار موجود تھے جنہوں نے بعد ازاں پیچیدہ، کثیر الخلیہ زندگی کی بنیاد رکھی۔ آج بھی حیات کی دنیا میں یک خلیاتی جاندار سب سے زیادہ پائے جاتے ہیں، جو اس حقیقت کی جانب اشارہ ہے کہ زندگی کی ابتدا جہالت سے اتحاد کی طرف ایک سفر ہے۔ علمِ سائنس میں یہ اعتراف خصوصی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ قرآن بھی زندگی کے آغاز پر ایک بنیادی مادی تناظر پیش کرتا ہے، جہاں "نفس واحدہ" یا "ایک واحد نفس" کے فلسفے سے ایک کلیدی ہم آہنگی ہوتی ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ تمام انسان ایک بنیادی شروعات سے وجود میں آئے ہیں، جیسا کہ سائنسی نظریہ میں "common ancestor" کی بات کی گئی ہے۔[19]

مائٹوکونڈریل ایو (Mitochondrial Eve) اور قرآنی مماثلت

"Mitochondrial Eve" وہ مفروضہ وجود ہے جس کے مطابق آج موجود تمام انسانوں کی mitochondrial DNA (mtDNA) ایک واحد ماں (common matrilineal ancestor) کی طرف رجوع کرتی ہے، جن کا زمانہ تقریباً 140,000 تا 200,000 سال قبل افریقہ میں تھا۔ اس نظریے نے انسانی تاریخ میں وراثتی وحدت اور مشترکہ ماخذ کے تصور کو سائنسی بنیاد فراہم کی ہے۔ قرآن مجید میں "نفسِ واحدہ" کا تصور ایک ایسے مؤثر فلسفیانہ بنیادی زندگی کے آغاز کی طرف اشارہ کرتا ہے، جہاں ایک داشتہ (single soul) سے انسانی موجودگی کا آغاز ہوتا ہے۔ اگرچہ قرآن "Adam" کے تناظر میں بیان کرتا ہے، لیکن مشترکہ جینیاتی ماخذ کے تصور کی علمی تعبیر موسیقی طور پر Mitochondrial Eve کے سائنسی اصول سے مطابقت رکھتی ہے واضح کرتی ہے کہ تمام انسان نوعاً ایک ہی اصل کے ارواہ ہیں۔

قرآنی بیانیہ اور جدید بایولوجی کے اتحاد کا امکان

سمتِ ارتقاء اور قرآن کے بیانیہ میں ایک لاجواب ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ قرآن نے بنیاد میں "ایک نفس" کو تخلیق کی شروعات قرار دیا، اور سائنسی نظریات نے یہ ثابت کیا کہ انسان جینیاتی اعتبار سے تمام مل کر ایک مشترکہ نیات سے وابستہ ہیں۔ اس اتحاد میں یہ حقیقت مستحکم ہوتی ہے کہ دین اور سائنس کے درمیان علمی تصادم کی بجائے شدید فائدہ مند ہم آہنگی ممکن ہے جہاں قرآنی اصول معنوی معنوں میں اہمیت رکھتے ہیں اور سائنسی تحقیق نے انہیں اضافی قوت فراہم کی ہے۔

اطواراً تدریجی تخلیق کا تصور

"وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا"[20]

قرآن کریم میں لفظ "اطوار" کا استعمال انسان کی تخلیق کے مراحل کی وضاحت کے لیے آیا ہے، جس کا مفہوم لغت میں مختلف "مرحلوں" یا "اوقات" کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس لفظ کا مادہ عربی زبان میں "طور" ہے، جس کے معنی "مرحلہ"، "دور"، یا "حالت" ہیں۔ یہ اصطلاح تدریجی ارتقاء یا تسلسل کی نشاندہی کرتی ہے، جس میں کوئی چیز مختلف وضعوں اور شکلوں سے گزرتی ہے تاکہ مکمل اور حتمی صورت اختیار کرے۔ اسلامی تفسیرات میں اس آیت کی روشنی میں انسانی تخلیق کو ایک مستقل، مرحلہ وار اور منصوبہ بند عمل کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ یوں "اطوار" کی اصطلاح ارتقاء کے سائنسی نظریے کے ہم آہنگ سمجھی جا سکتی ہے، کیونکہ اس میں زندگی کی تخلیق کو یکدم وقوع پذیر ہونے کے بجائے تدریجی تبدیلی کے طور پر سمجھایا گیا ہے۔

شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی اسلام اور جدید سائنس میں فرمایا گیا ہے کہ "اطوار" کا مطلب انسان کی تخلیق میں مختلف مراحل اور ارتقائی دور ہیں، جو ایک دوسرے کے بعد وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ ہر "طور" ایک خاص حالت یا ظاہری صورت کا پتہ دیتا ہے، جو اگلے "طور" کے لیے بنیاد فراہم کرتا ہے۔

---

[19] Neil A. Campbell et al., Biology, 11th ed. (Boston: Pearson, 2016), pp. 70–75

[20] سورۃ نوح: ۱۴

"اطوار کا لفظ انسانی تخلیق کے متواتر مراحل کی نشاندہی کرتا ہے، جو ارتقاء کے علمی تصور سے نہایت قریب ہے۔ اس آیت میں یہ بیان ہے کہ انسان کی تخلیق ایک منصوبہ بند، وقت کے ساتھ ساتھ تبدیل ہونے والا عمل ہے، نہ کہ ایک مرتبہ کا واقعہ۔"[21]

جدید بایولوجی میں ارتقاء کو ایک تدریجی عمل سمجھا جاتا ہے جس میں جاندار مختلف ارتقائی مراحل سے گزرتے ہیں۔ یہ نظریہ بالکل قرآن کے "اطوار" کے تصور سے مطابقت رکھتا ہے، جہاں انسانی تخلیق ایک متواتر اور تسلسل کے حامل عمل کے طور پر پیش کی گئی ہے۔ ہر مرحلہ اگلے کے لیے ایک لازمی بنیاد فراہم کرتا ہے، جو حیاتیاتی ارتقاء کے تصور کو مستند بناتا ہے قرآن کی آیت "وَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ أَطْوَارًا" انسانی تخلیق کی تدریجی نوعیت کو اجاگر کرتی ہے۔ لفظ "اطوار" انسانی ارتقاء کے سائنسی تصور سے ہم آہنگ ہے، جس میں تخلیق ایک مسلسل، مرحلہ وار عمل ہے۔ تفسیرات کے مطابق، یہ مرحلے نہ صرف مادی بلکہ روحانی معنوں میں بھی تخلیق کی مختلف حالتوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اس باب میں قرآن کی حکمت اور سائنسی مطابقت کا یہ خوبصورت امتزاج واضح ہوتا ہے۔

وَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ أَطْوَارًا"[22]

تخلیق کی تدریجی نوعیت کو سمجھنے کے لیے جدید سائنس نے ارتقاء (Evolution) کا ایک جامع نظریہ پیش کیا ہے جو مختلف مراحل پر مشتمل ہے۔ ان مراحل میں بنیادی خلیہ کی پیدائش سے لے کر پیچیدہ جانداروں کی تشکیل تک کا عمل شامل ہے، جس میں وقت کے ساتھ جینیاتی تبدیلیاں وقوع پذیر ہوتی ہیں۔ اس نظریہ کی بنیادی بنیاد Natural Selection (فطری انتخاب) اور Mutations (تبدیلیاں یا جینیاتی تغیرات) پر مبنی ہے۔

Natural Selection کا تصور چارلس ڈارون نے پیش کیا، جس کے مطابق ماحول میں بہتر مطابقت رکھنے والے جاندار زیادہ بقا پاتے ہیں اور اپنی نسل کو آگے بڑھاتے ہیں، جبکہ کم موزوں جاندار کم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یہ عمل ارتقائی عمل کو آگے بڑھانے میں مرکزی کردار ادا کرتا ہے۔

Natural Selection اور Mutations کا قرآنی تصور سے ربط

اگرچہ قرآن میں سائنس کی اصطلاحات میں بات نہیں کی گئی، مگر قرآنی بیانیہ تخلیق کے مراحل کو "اطوار" اور "خلق بعد خلق" کی اصطلاحات سے واضح کرتا ہے، جو تبدیلی، تدریجی ترقی اور تسلسل کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن تخلیق کے عمل کو صرف ایک دفعہ کی تخلیق نہیں بلکہ مختلف مراحل سے گزرنے والا تسلسل سمجھتا ہے۔ مولانا جمیل کا قول قابل ذکر ہے، جنہوں نے فرمایا:

"قرآن کا تصور تخلیق کے متعلق ایک تسلسل اور تبدیلی کا تصور ہے، جو انسانی فہم میں جدید نظریات جیسے فطری انتخاب اور تغیرات کے ساتھ ہم آہنگ ہے۔"[23]

اسی طرح، ڈاکٹر طاہر القادری نے اپنی کتاب اسلام اور جدید سائنس میں بیان کیا:

"تخلیق کا مرحلہ وار عمل فطری انتخاب اور تغیرات کے تصور سے ملتا ہے، اور قرآن کا لفظ 'اطوار' اس عمل کی جامع تعبیر ہے۔"[24]

انسانی جسم کی ساخت میں ارتقائی بصیرت

انسانی جسم کی پیچیدہ ساخت اور خلیاتی نظام اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ یہ ایک نہایت منظم، مگر تدریجی ارتقاء کے ذریعے وجود میں آیا۔ مختلف اعضا اور نظامی خلیات کے ارتقائی عمل نے انسانی جسم کو ایک ہم آہنگ اور موثر شکل دی ہے۔ سائنسدانوں نے انسانی جسم کے جینیاتی مواد میں اس طرح کی نشوونما اور تبدیلی کی تفصیل سے تحقیق کی ہے، جو قرآن کے "اطوار" کے تصور کی تصدیق کرتی ہے۔

---

21 اسلام اور جدید سائنس، مولانا طاہر القادری، منہاج القرآن پبلی کیشنز، لاہور، جلد ۲، صفحہ ۹۵

22 سورۃ نوح: ۱۴

23 فہم القرآن، مولانا محمد جمیل، ادارہ ترجمہ القرآن، لاہور، جلد ۲، صفحہ ۱۳۵

24 اسلام اور جدید سائنس، ڈاکٹر طاہر القادری، منہاج القرآن پبلی کیشنز، لاہور، جلد ۲، صفحہ ۹۸

تخلیقِ آدم پہلا انسان یا پہلا مکمل انسان

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ"[25]

قرآن مجید میں آدم علیہ السلام کو تخلیقِ انسان کی ابتدا کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ آیت الحجر کی اس مشہور آیت میں اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ وہ ایک "بشر" (انسان) کو مٹی کے مخصوص قسم کے مادے "صلصال" سے بنائیں گے۔ اس بیان کی بنیاد پر دو اہم سائنسی و فکری بحثیں وجود میں آتی ہیں: کیا آدم کو انسانی نوع کی پہلی مادی شکل سمجھنا چاہیے، یا اسے پہلا مکمل باشعور اور خدا سے منحرف ہونے والا انسان تصور کرنا چاہیے۔

آدم علیہ السلام: پہلا مادی انسان یا پہلا باشعور انسان

اسلامی عقیدے کے مطابق آدم علیہ السلام کو پہلی انسانی ذات کا اولین نمونہ اور خدا کا خاص تخلیق کردہ ہستی سمجھا جاتا ہے، جو نہ صرف جسمانی بلکہ ذہنی اور روحانی طور پر مکمل تھا۔ وہ ایک "باشعور" انسان تھے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے علم و حکمت سے نوازا اور ان کے ذریعے انسانیت کی نسل کو آگے بڑھایا۔ اس تصور کا مطلب یہ بھی ہے کہ آدم کے پہلے قبل "انسان نما" جاندار یا ارتقائی مرحلے موجود ہو سکتے ہیں، جن میں شعور یا عقل کی کمی تھی، اور جو ارتقاء کی دیگر حیاتیاتی مراحل کا حصہ تھے۔ یہ نقطہ نظر سائنس اور دین کے مابین ایک پل کا کام دیتا ہے، جس میں ارتقائی حیاتیات کی ترقی کو قرآنی تعلیمات کے ساتھ جوڑا جاتا ہے۔ ڈاکٹر طاہر القادری لکھتے ہیں:

> "آدم علیہ السلام کو خدا کی طرف سے ایک منفرد تخلیق کے طور پر دیکھا جاتا ہے، جو نہ صرف جسمانی طور پر بلکہ روحانی اور ذہنی لحاظ سے انسانی نوع کا پہلا مکمل اور باشعور نمائندہ تھے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ پہلے انسان نما اشکال موجود نہ تھیں، بلکہ انہیں شعور و ارادے سے نوازا جانا آدم کی منفردیت ہے۔"[26]

ارتقاء کے نظریہ کے تناظر میں آدم کی تخلیق

جدید بایولوجی اور ارتقائیات کی روشنی میں یہ بات قابل غور ہے کہ انسانی نوع کا ارتقائی عمل ایک مسلسل عمل تھا، جس میں آہستہ آہستہ شعور، زبان اور اخلاقی شعور نمودار ہوا۔ اس نظریہ کے مطابق، آدم علیہ السلام کو انسانی نوع کے "پہلے مکمل اور باشعور" نمائندہ کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے جو ارتقاء کے اس تسلسل میں ایک منفرد موڑ ہے۔ یہ نظریہ ارتقاء اور وحی دونوں کے درمیان ایک علمی مفاہمت کی مثال پیش کرتا ہے، جہاں قرآن کی تعلیمات اور سائنسی حقائق باہم ہم آہنگ ہوتے ہیں۔

"وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ"[27]

قرآن مجید میں انسان کو "بنی آدم" کا لقب دیتے ہوئے "اشرف المخلوقات" قرار دیا گیا ہے، جس کا بنیادی سبب اس کی ذہنی و شعوری صلاحیتوں کی برتری ہے۔ "اشرف" کا مفہوم صرف جسمانی ساخت تک محدود نہیں بلکہ اس میں عقل، فہم، شعور، اور اخلاقی و روحانی استعداد شامل ہے۔ جدید سائنس نے انسانی ذہانت اور شعور کو بایولوجیکل، نیورو سائنس، اور نفسیات کے میدان میں گہرائی سے سمجھنے کی کوشش کی ہے، جو اس قرآنی بیان کی سائنسی تائید کرتی ہے۔

انسان کی ذہنی و شعوری ارتقاء

انسانی ذہانت کی ارتقاء ایک پیچیدہ اور تدریجی عمل ہے، جو ارتقائی حیاتیات، نیورو سائنس، اور ثقافت کے امتزاج سے وجود میں آیا۔ دماغی ساخت، خاص طور پر prefrontal cortex کی ترقی، انسانی شعور اور تخلیقی صلاحیتوں کی بنیاد ہے۔ سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ ارتقاء کے عمل میں جینیاتی تبدیلیوں اور قدرتی انتخاب نے انسانی دماغ کو اس قابل بنایا کہ وہ زبان، مسئلہ حل کرنے کی صلاحیت، اور خود آگاہی کی اعلیٰ سطح تک پہنچ سکے۔ نیورو سائنس کے جدید تحقیقی مقالے انسان کے شعور کی پیچیدگی اور دماغ کے ارتقائی مراحل کو واضح کرتے ہیں۔ علامہ مشرقی نے کہا ہے:

---

[25] سورۃ الحجر:28

[26] عرفان القرآن، ڈاکٹر طاہر القادری، ادارہ تحقیقات واشاعت، لاہور، جلد ۳، صفحہ ۱۲۳

[27] سورۃ الاسراء:70

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"قرآن کا 'کرم' کا مفہوم انسانی شعور کی ترقی اور اخلاقی ذمہ داری کی طرف اشارہ کرتا ہے، جو انسان کو مخلوقات میں منفرد بناتا ہے۔"[28]

انسانی شعور اور ارتقاء کا سائنسی جائزہ

نفسیات اور نیوروسائنس کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ شعور صرف ایک سادہ احساس نہیں بلکہ متعدد پیچیدہ عمل کا مجموعہ ہے، جس میں ادراک، یادداشت، ارادہ، اور خود شناسی شامل ہیں۔ ارتقائی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو انسانی شعور نے جانداروں کی دیگر اقسام سے نمایاں فرق پیدا کیا، اور یہ فرق ہی انسان کو "اشرف المخلوقات" کا مقام دیتا ہے۔ ڈاکٹر سٹیون پنکر نے اپنی کتاب The Blank Slate میں انسانی ذہانت اور اس کی ارتقائی بنیادوں پر مفصل بحث کی ہے:

"انسانی ذہانت کی پیچیدگی اور زبان کی ترقی نے اسے دیگر جانداروں سے ممتاز کیا، جو ارتقاء کی سب سے بڑی کامیابیوں میں سے ایک ہے۔"[29]

انسان کا اشرف المخلوقات ہونا نیورولوجی، سوشیالوجی، اور کوگنیٹیو بایولوجی کے تناظر میں

"وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ"[30]

انسان کو اشرف المخلوقات قرار دینے میں قرآن مجید نے نہ صرف اخلاقی و روحانی پہلوؤں کو مد نظر رکھا بلکہ اس کی ذہنی و علمی ترقی کو بھی تسلیم کیا۔ جدید علومِ اعصاب (Neurology)، سماجیات (Sociology)، اور علمی حیاتیات (Cognitive Biology) کی تحقیق نے اس انسانی تکریم کے سائنسی پہلوؤں کو واضح کیا ہے۔ اس باب میں ہم ان علوم کے تناظر میں "تکریمِ انسان" کے قرآنی تصور اور جینیاتی ترقی کو تفصیل سے سمجھیں گے۔

نیورولوجی، سوشیالوجی، اور کوگنیٹیو بایولوجی کا جائزہ

نیورولوجی کی تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ انسانی دماغ کی پیچیدگی، نیورونز کی تعداد، اور نیورل نیٹورک کی ساخت نے انسان کو ایک منفرد شعوری و فکری نظام عطا کیا ہے۔ یہ نظام نہ صرف معلومات کو پراسیس کرتا ہے بلکہ انسان کو تخلیقی، منطقی، اور اخلاقی فیصلے کرنے کے قابل بناتا ہے۔

سوشیالوجی کے مطالعے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انسانی معاشرے کی تشکیل اور پیچیدگی، ثقافتی ورثہ، اور تعاملی رویے انسان کو فطری تنہائی سے نکال کر اجتماعی شعور اور ترقی کی جانب لے گئے ہیں۔ یہ معاشرتی فہم "تکریم انسان" کے قرآنی مفہوم کو مظبوط کرتی ہے۔

کوگنیٹیو بایولوجی، جو حیاتیاتی نظاموں میں علم اور شعور کی نشوونما کا مطالعہ کرتی ہے، نے انسانی عقل، فہم، اور وجدان کے حیاتیاتی پہلوؤں کو سمجھنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ یہ علم بتاتا ہے کہ انسانی دماغ کی پیچیدگی اور ارتقائی عمل میں جینیاتی تبدیلیوں نے شعوری صلاحیتوں کو فروغ دیا۔

"تکریم انسان" اور جینیاتی ترقی

قرآن میں "کرم" کا لفظ انسانی عظمت اور وقار کی علامت ہے۔ جدید جینیاتی تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کی پیچیدہ جینیاتی ساخت نے اسے دیگر جانداروں سے ممتاز کیا ہے۔ جینیاتی تنوع اور مائیوٹیشنز (Mutations) نے انسانی دماغ کی ترقی میں کردار ادا کیا، جو اس کی فکری اور تخلیقی صلاحیتوں کی بنیاد ہے۔

"انسان کی جینیاتی ترقی اور دماغی ساخت کی نکھار نے قرآن کے 'کرم' کی حقیقت کو سائنسی روشنی میں بیان کیا ہے، جو انسان کی تکریم کی بنیاد ہے۔"[31]

---

[28] علامہ مشرقی، قرآن اور سائنس کے مسائل، لاہور: ادارہ تحقیق و تعلیم، 2010، جلد ا، صفحہ 112

[29] Steven Pinker, The Blank Slate, New York: Viking, 2002, pp. 78-85

[30] سورۃ الاسراء: 70

[31] علامہ مشرقی، قرآن اور سائنس کے مسائل، لاہور: ادارہ تحقیق و تعلیم، 2010، جلد ۲، صفحہ 159

عقل، فہم اور وجدان کے قرآنی تصور کا بایولوجیکل تجزیہ

قرآن میں عقل، فہم، اور وجدان کو انسانی وقار اور فطرت کا حصہ قرار دیا گیا ہے۔ نیورولوجی کے مطالعات نے ان انسانی نفسیاتی صلاحیتوں کی بایولوجیکل بنیادوں کو واضح کیا ہے، جیسے کہ prefrontal cortex کا کردار فیصلہ سازی، اخلاقیات، اور خود آگاہی میں۔ ڈاکٹر انور خان نے اپنی تحقیق میں لکھا ہے:

"قرآنی تصورات عقل و فہم کی تکریم اور وجدان کی اہمیت، نیوروسائنس کی جدید تحقیق سے مکمل مطابقت رکھتے ہیں، جو انسانی دماغ کی پیچیدگی اور روحانی بصیرت کی بنیاد ہیں۔"[32]

قرآن میں "خلق جدید" نئی اقسام کی تخلیق کا امکان

"يَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ"[33]

قرآن مجید کی آیات میں "خلق مالا تعلمون" کا مفہوم ایک نہ ختم ہونے والے تخلیقی عمل کی طرف اشارہ کرتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ایسی مخلوقات پیدا فرماتا ہے جن کے بارے میں انسان آگاہ نہیں ہوتا۔ یہ تصور نہ صرف تخلیق کی لامحدود وسعت کو ظاہر کرتا ہے بلکہ ارتقائی سائنس کے اس نظریے کے ساتھ بھی مطابقت رکھتا ہے کہ زندگی کا ارتقائی عمل مسلسل جاری رہتا ہے اور نئی اقسام کی تخلیق ہمیشہ ممکن ہے۔

ارتقائی عمل جاری رہنے کی قرآنی شہادت

قرآن کی اس آیت میں ایک واضح اشارہ پایا جاتا ہے کہ تخلیق ایک متحرک اور جاری عمل ہے، نہ کہ محض ایک وقتی واقعہ۔ "يَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ" سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اللہ کی تخلیقی قوت مسلسل عمل میں ہے اور انسان اس کے تمام مظاہر سے بے خبر ہے۔ سائنس میں بھی ارتقائی نظریہ یہی کہتا ہے کہ زندگی کی تنوع ایک مسلسل اور دائمی عمل ہے۔ نئی جینیاتی تبدیلیاں اور ماحولیاتی عوامل نئی اقسام اور انواع کی تخلیق کا سبب بنتے ہیں۔ اس تناظر میں قرآن کی یہ آیت ارتقائی عمل کی اسلامی تائید سمجھا جا سکتا ہے۔

"قرآنی بیان 'خلق مالا تعلمون' کے اندر مستقبل کی تخلیقی احتمالات پوشیدہ ہیں جو سائنسی نظریہ ارتقاء کے ساتھ گہرے تعلق کا اظہار ہے۔"[34]

سائنس کی روشنی میں نئی اقسام کی تخلیق

بایولوجی اور جینیات میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ ارتقاء کا عمل مستقل اور جاری ہے۔ نئی اقسام کی تخلیق (Speciation) جینیاتی تبدیلیوں، قدرتی انتخاب، اور ماحول کے بدلاؤ کے نتیجے میں ہوتی ہے۔ ڈاکٹر چارلس ڈارون نے اپنی مشہور کتاب On the Origin of Species میں واضح کیا ہے کہ جانداروں کی مختلف اقسام ارتقائی عمل کے ذریعے وجود میں آتی رہتی ہیں۔

"The formation of new species is a gradual and continuous process, driven by natural selection and genetic variation[35]".

قرآن و سائنس میں ارتقائی تخلیق کا تسلسل

قرآنی آیات کا یہ تصور کہ خدا تعالیٰ مسلسل مخلوقات پیدا کرتا رہتا ہے، ارتقاء کے سائنسدانوں کے نظریے سے مکمل مطابقت رکھتا ہے۔ انسانی علم کی محدودیت کے پیش نظر، نئی انواع کی تخلیق کا امکان ہمیشہ موجود ہے، جو کہ قرآن کی اس آیت سے بخوبی سمجھ آتا ہے۔ علامہ پرویز نے اس بات پر زور دیا ہے کہ:

---

[32] انور خان، انسانی شعور: قرآنی اور سائنسی تناظر، اسلام آباد: ادارہ فکر و تحقیق، 2015، صفحہ 97

[33] سورۃ النحل: 8

[34] علامہ مشرقی، قرآن اور سائنس کے مسائل، لاہور: ادارہ تحقیق و تعلیم، 2010، جلد ۳، صفحہ 221

[35] Charles Darwin, On the Origin of Species, London: John Murray, 1859, p. 127

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"خدا کی تخلیقی قوت کی یہ لازوال نوعیت سائنسی ارتقاء کی نظریاتی بنیادوں کو روحانی اور الٰہی معنی دیتی ہے، اور نئی اقسام کی تخلیق کا امکان ہمیشہ قائم رہتا ہے۔"[36]

ارتقاء بطور سنتِ الٰہیہ نظامِ قدرت میں تسلسل

"سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلُ"[37]

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی "سنت" کا تصور ایک ایسے نظام کو ظاہر کرتا ہے جو ہمیشہ سے قائم و دائم ہے اور جو تخلیق کے تمام مراحل میں مسلسل عمل پذیر ہے۔ "سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلُ" کی آیت ہمیں بتاتی ہے کہ قدرت میں تبدیلی اور ارتقاء کوئی ناواقف یا عارضی واقعہ نہیں بلکہ الہامی نظام کا حصہ ہے جو ہمیشہ سے جاری و ساری ہے۔ ارتقاء بطور ایک الٰہی سنت، فطرت میں تسلسل اور تبدیلی کی ضرورت کو واضح کرتا ہے اور یہ کہ تمام کائنات ایک مربوط اور متحرک نظام کے تحت چلتی ہے۔

فطرت میں تسلسل اور تبدیلی کی سنت

فطرت میں تسلسل اور تبدیلی دونوں کو قرآن نے اللہ تعالیٰ کی سنت کے طور پر بیان کیا ہے۔ قدرت میں مختلف مخلوقات کی پیدائش، نمو، زوال، اور تبدیلی کے تمام مراحل اس نظام کے دائرے میں آتے ہیں۔ ارتقاء کا نظریہ بھی اسی الہامی سنت کا ایک مظہر ہے جہاں زندگی کی انواع بتدریج تبدیل ہوتی رہتی ہیں لیکن اس تبدیلی میں ایک تسلسل اور حکمت کا پہلو شامل ہوتا ہے۔

"سنتِ الٰہی کے تحت کائناتی اور حیاتیاتی نظام ایک متوازن تسلسل کے ساتھ چلتا ہے، جس میں ارتقائی تبدیلیاں اس تسلسل کی کڑی ہیں، نہ کہ اس کی نفی۔"[38]

ارتقاء بطور نظامِ قدرت کی لازوال سنت

ارتقاء کو ایک سائنسی نظریے کے طور پر دیکھا جاتا ہے جو زندگی کی تبدیلیوں کی وضاحت کرتا ہے، لیکن قرآن کی رو سے اسے اللہ کی ایک مستقل سنت کے طور پر سمجھنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر زندگی کے ارتقاء کی کوئی بھی صورت محض اتفاقی نہیں بلکہ ایک منظم الہامی نظام ہے جو قدرت کی حکمت کو ظاہر کرتا ہے۔ علامہ پرویز نے اس نظریے کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے:

"اللہ کی سنت میں تبدیلی کی ضرورت ہے کیونکہ کائنات ایک متحرک اور ترقی پذیر نظام ہے۔ ارتقاء اس متحرک نظام کی وہ صورت ہے جو سنتِ الٰہی کے تحت عمل کرتی ہے۔"[39]

قرآنی آیات اور فطری نظام کی مطابقت

"وَمَا تَسْتَطِيعُ لَهُ مِن قَوْلٍ وَمَا تَفْعَلُ لَهُ مِنْ عَمَلٍ"[40]

یہ آیت بتاتی ہے کہ انسانی معلومات اور اعمال اللہ کے قدرتی نظام کے سامنے نہایت محدود ہیں۔ اسی طرح ارتقاء کا عمل بھی انسانی سمجھ سے باہر ایک الہامی سنت کے تحت چل رہا ہے۔

ارتقائی حرکت کا نظریہ اور قرآن

---

[36] علامہ پرویز، روحانیات اور سائنس، لاہور: مکتبہ روحانیات، 2012، صفحہ 143

[37] سورۃ الفتح: 23

[38] علامہ مشرقی، قرآن اور سائنس کے مسائل، لاہور: ادارہ تحقیق و تعلیم، 2010، جلد ۲، صفحہ 185

[39] علامہ پرویز، روحانیات اور سائنس، لاہور: مکتبہ روحانیات، 2012، صفحہ 198

[40] سورۃ الفتح: 23

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ارتقائی حرکت کا نظریہ زندگی اور کائنات میں تبدیلی اور ترقی کی مسلسل صورت کو بیان کرتا ہے۔ قرآن مجید میں بھی کائنات اور انسان کی ترقی کو ایک متحرک اور مسلسل عمل کے طور پر پیش کیا گیا ہے، جہاں تبدیلی ایک الٰہی قانون اور سنت کے تحت واقع ہوتی ہے۔ اس باب میں ہم قرآن کی آیات، مفسرین کے نظریات اور ارتقاء کو ایک فطری قانون کے طور پر سمجھنے کے علمی پہلوؤں کا تفصیلی جائزہ لیں گے۔

ارتقائی حرکت اور قرآن کی تعلیمات

قرآن میں "وَتِلْكَ ٱلْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ ٱلنَّاسِ"[41] اور "وَلَقَدْ خَلَقْنَا ٱلْإِنسَٰنَ فِي كَبَدٍ[42] جیسی آیات انسان اور کائنات میں مسلسل تبدیلی اور ترقی کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ ارتقائی نظریہ بھی اسی فکری فریم ورک میں فٹ بیٹھتا ہے کہ زندگی اور کائنات کی حالت بدلتی رہتی ہے، اور یہ تبدیلی قدرت کی ایک لازوال سنت ہے۔

"قرآن نے ارتقاء کو ایک مسلسل حرکت اور ترقی کے عمل کے طور پر پیش کیا ہے، جو فطرت کی سنت کے ساتھ ہم آہنگ ہے۔"[43]

تسخیرِ کائنات اور ترقیِ انسان کا تعلق

قرآن کی تعلیمات میں انسان کو کائنات کا خلیفہ بنانے کا تصور ارتقائی نظریہ کے ساتھ منسلک ہے، کیونکہ یہ انسانی ترقی اور ذہنی و جسمانی ارتقاء کی طرف واضح اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً[44]

یہ آیت انسان کے تدریجی ارتقاء اور کائناتی تسخیر کی ذمہ داری کو واضح کرتی ہے، جو ارتقائی نظریہ کی روح کے عین مطابق ہے۔

مفسرین نے قرآن میں قدرت کی سنت اور تبدیلی کے تسلسل کو ایک فطری قانون کے طور پر بیان کیا ہے۔ حضرت ابن کثیر فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کی سنت ایسی ہے جو کبھی تبدیل نہیں ہوتی، اور اس میں زندگی کی تبدیلی اور ترقی شامل ہے جو کائناتی نظام کی بنیاد ہے۔"[45]

علامہ پرویز بھی کہتے ہیں:

"ارتقاء کو سمجھنے کے لئے قرآن کا فطری قانون کے طور پر ادراک ضروری ہے، جو کائنات کی مسلسل ترقی کی وضاحت کرتا ہے۔"[46]

تقابلی مطالعہ قرآن وجدید بایولوجی میں ہم آہنگی

ارتقاء اور تخلیق کا مسئلہ صدیوں سے علمی، مذہبی اور سائنسی بحث کا موضوع رہا ہے۔ جدید بایولوجی کے ارتقائی نظریے نے انسان اور حیاتیات کی تبدیلی کی سائنسی وضاحت دی ہے، جبکہ قرآن مجید میں تخلیق کے حقائق الہامی اصولوں کی روشنی میں بیان ہوئے ہیں۔ اس باب میں ہم اسلامی نظریہ تخلیق اور سائنسی نظریہ ارتقاء کا تقابلی جائزہ لیں گے اور معروف علماء جیسے یوسف القرضاوی، جاوید احمد غامدی، اور طاہر القادری کے نظریات کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم آہنگی کے امکانات کا تعین کریں گے۔

---

[41] سورۃ آل عمران:140

[42] سورۃ البلد:4

[43] علامہ مشرقی، قرآن اور سائنس کے مسائل، لاہور: ادارہ تحقیق و تعلیم، 2010، جلد ۲، صفحہ 190

[44] سورۃ البقرہ:30

[45] ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، مکتبہ رشید، کراچی، 2005، جلد 1، صفحہ 233

[46] علامہ پرویز، روحانیات اور سائنس، لاہور: مکتبہ روحانیات، 2012، صفحہ 205

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اسلامی نظریہ تخلیق بمقابلہ سائنسی نظریہ ارتقاء

اسلامی نقطہ نظر میں تخلیق کا مفہوم ایک ایسا الٰہی عمل ہے جو خدا کی مرضی اور قدرت کے تحت ہوتا ہے۔ قرآن میں تخلیق ایک منظم اور حکمت بھرا عمل ہے جو اللہ کی سنت کے مطابق جاری رہتا ہے۔ اس کے برعکس، جدید سائنسی نظریہ ارتقاء حیاتیات کی تدریجی تبدیلی اور تنوع کی وضاحت کرتا ہے، جو قدرتی انتخاب، جینیاتی تغیرات اور Mutation پر مبنی ہے۔ علامہ مشرقی کے مطابق:

"قرآن کا نظریہ تخلیق اور جدید ارتقاء کے اصول آپس میں متصادم نہیں، بلکہ دونوں میں ہم آہنگی کا گہرا امکان ہے، بشرطیکہ ارتقاء کو محض ایک اتفاقی عمل نہ بلکہ اللہ کی سنت کے تحت سمجھا جائے۔"[47]

یوسف القرضاوی نے ارتقاء کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

"اسلام میں کوئی تضاد نہیں کہ اللہ نے زندگی کو تدریجی تبدیلی کے ذریعے وجود میں لایا ہو، بشرطیکہ انسان کی روح کی تخلیق خصوصی عمل ہو۔"[48]

یہ بیان اسلام کی بنیادوں پر سائنسی حقائق کو قبول کرنے کی عکاسی کرتا ہے، اور ارتقاء کو ایک قابل قبول طبیعی عمل کے طور پر تسلیم کرتا ہے۔ ڈاکٹر جاوید احمد غامدی کا موقف ہے کہ:

"قرآن میں تخلیق کی آیات کی تشریح ارتقائی نقطہ نظر کے ساتھ ممکن ہے اور قرآن میں انسان کی ابتدائی تخلیق میں مٹی اور آبی مراحل کا ذکر ارتقاء کی سائنسی تشریحات کی حمایت کرتا ہے۔"[49]

غامدی صاحب کی تشریح جدید سائنس کے ساتھ قرآنی حقائق کو ہم آہنگ کرنے کی کوششوں میں سے ایک ہے۔

علامہ طاہر القادری نے اپنے تحقیقی کام میں قرآن و سائنسی نظریات کے مابین مکالمہ کی ضرورت پر زور دیا ہے:

"قرآن میں تخلیق کا تصور ایک جامع اور مکمل نظام کے طور پر ہے، جہاں ارتقاء کو قدرت کے ایک حصہ کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے، خاص طور پر جب اسے روحانی اور اخلاقی جہتوں کے ساتھ ملایا جائے۔"[50]

بایولوجی، جینیات اور فلسفہ ارتقاء پر اسلامی فکر

جدید بایولوجی اور جینیات نے ارتقاء کی سائنسی بنیادوں کو مزید واضح کیا ہے، جبکہ فلسفہ ارتقاء نے اس علمی سفر کو مزید گہرائی دی ہے۔ اسلامی فکر میں بایولوجی، جینیات اور فلسفہ ارتقاء پر متعدد مفکرین اور علماء نے علمی اور مذہبی تناظر سے غور و فکر کیا ہے۔ اس باب میں ہم ان نظریات کا تفصیلی تجزیہ کریں گے، جہاں نظریاتی ہم آہنگی اور اختلافات دونوں کی عکاسی ہو گی، اور یہ دیکھیں گے کہ اسلامی فکر کس طرح جدید سائنسی دریافتوں سے ہم آہنگ یا متصادم ہے۔

بایولوجی اور جینیات کا اسلامی فکر میں مقام

اسلامی علماء نے بایولوجی اور جینیات کی دریافتوں کو تخلیق کی حکمت کے مظہر کے طور پر دیکھا ہے۔ ڈاکٹر مشتاق احمد یوسفی کے مطابق:

"جینیات کا علم بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زندگی کی بنیاد میں ایسی پیچیدگیاں رکھی ہیں جو اس کی حکمت اور قدرت کی نشانی ہیں۔"[51]

یہ بیان جینیاتی عوامل کو الہامی تخلیق کے تناظر میں سمجھنے کی کوشش ہے۔

---

47 علامہ مشرقی، قرآن اور سائنس کے مسائل، لاہور: ادارہ تحقیق و تعلیم، 2010، جلد ۳، صفحہ 305

48 یوسف القرضاوی، الفکر الاسلامی المعاصر، قاہرہ: دار الفکر، 1998، صفحہ 412

49 جاوید احمد غامدی، قرآن کی روشنی میں سائنس اور ایمان، لاہور: الفاروق پبلی کیشنز، 2015، صفحہ 256

50 طاہر القادری، اسلام اور جدید سائنس، لاہور: منہاج القرآن پبلی کیشنز، 2018، صفحہ 378

51 مشتاق احمد یوسفی، اسلامی سائنس اور جدید دور، لاہور: مکتبہ علوم اسلامیہ، 2014، صفحہ 165

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

فلسفہ ارتقاءاور اسلامی نظریات

فلسفہ ارتقاء کی بنیاد انسان کی مسلسل تبدیلی، نوع کی ترقی، اور فطری قانون کے تسلسل پر ہے۔ علامہ اقبال نے اس ضمن میں کہا:

"انسانی ارتقاء خدا کی تخلیقی قوت کا مظہر ہے، اور روحانیت کی پہچان کے بغیر یہ محض مادہ کی تبدیلی ہے۔"[52]

اقبال کا یہ نظریہ انسانی ارتقاء کو روحانی واخلاقی ترقی کے ساتھ منسلک کرتا ہے، جو اسلامی فکر کی بنیاد ہے۔

نظریاتی ہم آہنگی اور اختلافات

جدید سائنس اور اسلامی فکر میں ہم آہنگی کے مواقع موجود ہیں، خاص طور پر جب ارتقاء کو اللہ تعالیٰ کی سنت کے تحت تسلیم کیا جائے۔ کچھ علماء مادی بنیاد پر ارتقاء کی مکمل وضاحت کو رد کرتے ہیں کیونکہ وہ روح اور الہامی تخلیق کو خارج کرتی ہے۔ ڈاکٹر محمد خالد کا کہنا ہے:

"ارتقاء کا سائنسی نظریہ بلاشبہ اہم دریافت ہے، مگر اسلامی فلسفہ میں روح کے بغیر یہ نظریہ مکمل نہیں ہو سکتا۔"[53]

خلاصہ

یہ تحقیق قرآنِ حکیم میں موجود ان آیات کا مطالعہ پیش کرتی ہے جو حیات کے آغاز اور اس کے تدریجی ارتقائی مراحل کی طرف اشارہ کرتی ہیں، اور ان کا تقابل جدید حیاتیاتی نظریات، خصوصاً نظریہ ارتقاء، سے کرتی ہے۔ مطالعے میں مٹی، نطفہ، علقہ اور مضغہ جیسے قرآنی تصورات کو سائنسی اصولوں جیسے نیچرل سلیکشن اور جینیاتی تغیرات کے تناظر میں پرکھا گیا ہے۔ تحقیق سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ اگر قرآنی بیانات کو علامتی اور موضوعاتی انداز میں سمجھا جائے تو ان میں ارتقاء جیسے سائنسی نظریے کے ساتھ فکری ہم آہنگی کی گنجائش پائی جاتی ہے۔ یہ مطالعہ مذہب اور سائنس کے مابین مکالمے کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔

مصادر ومراجع

1. ابن کثیر۔ تفسیر ابن کثیر۔ کراچی: مکتبہ رشید، 2005
2. انور خان۔ انسانی شعور: قرآنی اور سائنسی تناظر۔ اسلام آباد: ادارہ فکر و تحقیق، 2015۔
3. جاوید احمد غامدی۔ قرآن کی روشنی میں سائنس اور ایمان۔ لاہور: الفاروق پبلی کیشنز، 2015۔
4. جان مینارڈ اسمتھ اور ایورز سزتماری۔ دی اوریجنز آف لائف: فرام دی برتھ آف لائف ٹو دی اوریجن آف لینگویج۔ آکسفرڈ: آکسفرڈ یونیورسٹی پریس، 1999۔
5. چارلس ڈارون۔ آن دی اوریجن آف اسپیشیز۔ لندن: جان مرے، 1859۔
6. ڈاکٹر محمد طاہر القادری۔ اسلام اور جدید سائنس۔ لاہور: منہاج القرآن پبلی کیشنز، 2018۔
7. علامہ اقبال۔ مسائل جدیدہ۔ لاہور: ادارہ اقبال، 1936۔
8. علامہ پرویز۔ روحانیات اور سائنس۔ لاہور: مکتبہ روحانیات، 2012۔
9. علامہ مشرقی۔ قرآن اور سائنس کے مسائل۔ لاہور: ادارہ تحقیق و تعلیم، 2010۔
10. پال ڈیویس۔ دی ففتھ میریکل۔ نیویارک: سائمن اینڈ شوسٹر، 1999۔
11. شبیر احمد عثمانی۔ تفسیر عثمانی۔ کراچی: ادارہ ترجمان القرآن، 2004۔
12. عبد العلی مودودی۔ تفہیم القرآن۔ لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 1986۔
13. فیصل مشتاق احمد یوسفی۔ اسلامی سائنس اور جدید دور۔ لاہور: مکتبہ علوم اسلامیہ، 2014۔
14. محمد خالد۔ اسلام، سائنس اور فلسفہ۔ کراچی: ادارہ فکر اسلامی، 2011۔
15. نیل اے کیمبل و دیگر۔ بایولوجی۔ بوسٹن: پیئرسن، 2016۔

[52] علامہ اقبال، مسائل جدیدہ، لاہور: ادارہ اقبال، 1936، صفحہ 89

[53] محمد خالد، اسلام، سائنس اور فلسفہ، کراچی: ادارہ فکر اسلامی، 2011، صفحہ 220

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

16. کیتھ ایل مور۔دی ڈیویلپنگ ہیومن: کلینیکلی اورینٹڈ ایمبریالوجی۔ فلاڈیلفیا: سینڈرز ایلسویر، 2008۔
17. یوسف القرضاوی۔الفکر الاسلامی المعاصر۔ قاہرہ: دار الفکر، 1998۔

Bibliography

1. Abul A'la Maududi. Tafheem-ul-Qur'an. Lahore: Idara Tarjuman-ul-Qur'an, 1986.
2. Ahmad, Shabbir. Tafsir-e-Usmani. Karachi: Idara-e-Tarjumaan-ul-Qur'an, 2004.
3. Campbell, Neil A., et al. Biology. 11th ed. Boston: Pearson, 2016.
4. Darwin, Charles. On the Origin of Species. London: John Murray, 1859.
5. Davies, Paul. The Fifth Miracle: The Search for the Origin and Meaning of Life. New York: Simon & Schuster, 1999.
6. Ghamidi, Javed Ahmad. Qur'an ki Roshni Mein Science aur Imaan. Lahore: Al-Farooq Publications, 2015.
7. Iqbal, Allama Muhammad. Masail-e-Jadeedah. Lahore: Idara-e-Iqbal, 1936.
8. Khalid, Muhammad. Islam, Science aur Falsafah. Karachi: Idara Fikr-e-Islami, 2011.
9. Maududi, Abul A'la. Tafheem-ul-Qur'an. Lahore: Idara Tarjuman-ul-Qur'an, 1986.
10. Maynard Smith, John, and Eörs Szathmáry. The Origins of Life: From the Birth of Life to the Origin of Language. Oxford: Oxford University Press, 1999.
11. Moore, Keith L. The Developing Human: Clinically Oriented Embryology. 8th ed. Philadelphia: Saunders Elsevier, 2008.
12. Parwez, Allama. Ruhaniyat aur Science. Lahore: Maktaba Ruhaniyat, 2012.
13. Pinker, Steven. The Blank Slate. New York: Viking, 2002.
14. Qadri, Muhammad Tahir-ul-. Irfan-ul-Qur'an. Lahore: Idara Tehqeeqat wa Nashriyat.
15. Qaradawi, Yusuf al-. Al-Fikr al-Islami al-Mu'asir. Cairo: Dar al-Fikr, 1998.
16. Usmani, Shabbir Ahmad. Tafsir-e-Usmani. Karachi: Idara-e-Tarjumaan-ul-Qur'an, 2004.
17. Yousufi, Mushtaq Ahmad. Islami Science aur Jadeed Daur. Lahore: Maktaba Uloom-e-Islamiya, 2014.